ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے نام مشاہیر کے خطوط

Dr Arshad Mehmood Nashad

Assistant Professor, Department of Urdu, AIOU, Islamabad

Letters of Renowned Writers Addressed to Dr Ghulam Jilani Barq

Dr Ghulam Jilani Barq is a renowned writer, educationist, poet and religious scholar of 20th century. Although his major scholarly contribution is in the field of religion but his literary works are also of great importance. Dr Barq had continuous correspondence with the renowned writers and scholars. The article presents some letters of writers addressed to Dr Ghulam Jilani Barq, which are of great archival importance. Some important notes and references are also added at the end to explain the historical and literary perspective of the text.

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ بیسویں صدی کے معروف مذہبی سکالر، ادیب، ماہرِ تعلیم، اقبال شناس اور شاعر تھے۔ انھوں نے اگرچہ دینی اور مذہبی موضوعات اور مسائل پر زیادہ لکھا تاہم ان کی ادبی خدمات سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ وہ ۲۶/ اکتوبر ۱۹۰۱ء کو کنٹ تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک میں پیدا ہوئے جہاں اُن دنوں اُن کے والدِ محترم محمد قاسم شاہ بہ سلسلۂ ملازمت اقامت گزیں تھے۔ ان کا آبائی تعلق علاقہ جندال کے قصبے بسال سے تھا۔ ڈاکٹر برقؔ کی ابتدائی تعلیم کا آغاز اسی قصبے کے لوئر پرائمری سکول سے ہوا لیکن بہت جلد اُن کے والدِ محترم نے انھیں دینی تعلیم کی غرض سے سکول سے اٹھا لیا۔ ان کے سب سے بڑے بھائی مولوی نور الحق علوی دیوبند کے فارغ التحصیل تھے، ممکن ہے برقؔ اور عزیزؔ [برق کے بڑے بھائی غلام ربانی عزیزؔ] کو سکول سے اٹھانے اور دینی تعلیم دلوانے میں ان کا مشورہ بھی شامل ہو۔ ڈاکٹر برقؔ اور پروفیسر عزیزؔ نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے بڑے بھائی مولوی نور الحق علوی کی نگرانی میں کیا۔ بعد ازاں یہ دونوں بھائی ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۷ء تک اورنگ آباد ضلع اٹک کے ایک دینی مدرسے میں زیرِ تعلیم رہے۔ یہاں سے پنڈی سرہال ضلع اٹک اور پھر چکوال کے دار العلوم میں چلے گئے۔ ۱۹۱۸ء کے اواخر میں دار العلوم نعمانیہ، لاہور اور پھر دار العلوم حمیدیہ، لاہور میں زیرِ تعلیم رہے۔ ڈاکٹر برقؔ نے ۱۹۱۹ء میں منشی فاضل، ۱۹۲۱ء میں مولوی فاضل اور ۱۹۲۲ء میں ادیب فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ ۱۹۲۳ء میں میٹرک، ۱۹۲۴ء میں او ٹی، ۱۹۲۵ء میں

ایف اے، ۱۹۲۸ء میں بی اے ۱۹۳۱ء میں ایم اے عربی، ۱۹۳۴ء میں ایم اے فارسی اور اسی سال ایم او ایل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۰ء میں امام ابنِ تیمیہ کے موضوع پر انگریزی میں مقالہ لکھ کر پنجاب یونی ورسٹی، لاہور سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ نے عملی زندگی کا آغاز ۱۹۲۰ء میں اسلامیہ ہائی سکول، نوشہرہ میں استاد کی حیثیت سے کیا۔ بعدازاں وہ جالندھر، گوجر خان، چکوال، نارمل سکول لالہ موسیٰ، نارمل سکول، کیمبل پور [موجودہ: اٹک]، بھکر اور گورنمنٹ ہائی سکول، تلہ گنگ میں استاد کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۳ء میں وہ گورنمنٹ کالج، ہوشیار پور میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں ان کا تبادلہ گورنمنٹ کالج، اٹک میں ہوا جہاں وہ ملازمت سے سبک دوشی [۱۹۵۷ء] تک خدمات انجام دیتے رہے۔ کالج ملازمت سے سبک دوشی کے بعد سات سال تک پبلک سکول، کیمبل پور کے پرنسپل رہے۔ زندگی کے آخری دو تین سال بیماری میں گزار کر ۱۲/ مارچ ۱۹۸۵ء کو راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ اپنے تخلص کی طرح زندگی بھر متحرک اور فعال رہے۔ ان کی ساری تعلیم دینی مدارس اور مکاتب میں ہوئی مگر دین سے بیزاری اور مذہب سے دُوری نے ایک زمانے میں انھیں دہریت کا دہلیز نشین کر دیا۔ وہ بہت عرصہ اس عرصۂ گمراہی میں غلطاں رہے۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۰ء تک کا زمانہ کم و بیش وہ اسی تاریکی میں ڈوبے رہے۔ اس زمانے کا ذکر کرتے ہوئے وہ رقم طراز ہیں:

> ''مجھ پر ایک دورِ الحاد (۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۰ء) بھی گزر چکا ہے، جب قرآنِ حکیم پر پھبتیاں کسنا، مذہب کو ڈھونگ قرار دینا، اللہ کا مذاق اڑانا، میرا مشغلہ ہوا کرتا تھا۔''(۱)

مشرق و مغرب کے مختلف فلسفیوں کے مطالعے نے ان میں تشکیک کا بیج بویا۔ علامہ نیاز فتح پوری، علامہ پرویز، علامہ مشرقی اور مولانا عبدالماجد دریابادی کی فکر کے بعض اجزا سے بھی انھیں تعلق خاطر رہا۔ عرصۂ الحاد سے باہر نکل آنے کے باوجود انھوں نے بعض ایسے چونکانے والے موضوعات پر قلم اٹھایا، جن کی جدید تعلیم یافتہ طبقات میں تو بہت پذیرائی ہوئی اور ان کی کتابوں کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا مگر مذہبی طبقوں نے ان سے شدید اختلاف کیا اور بعض کتابوں کے رد میں کئی کتابیں، رسائل اور کتابچے شائع ہوئے۔ ڈاکٹر برقؔ کی تصانیف کی تعداد چالیس کے لگ بھگ ہے۔ ان کی معروف کتابوں میں دو قرآن، دو اسلام، جہانِ نو، حرفِ محرمانہ، بھائی بھائی، یورپ پر اسلام کے احسانات، مَن کی دُنیا، مؤرخینِ اسلام، فلسفیانِ اسلام، الحادِ مغرب اور ہم، اسلام اور عصرِ رواں، مسائلِ نو، عظیم کائنات کا عظیم خدا، تاریخ حدیث، دانش عرب و عجم اور میری آخری کتاب شامل ہیں۔ ڈاکٹر برقؔ نے آغازِ شباب میں شاعری آغاز کی، ان کی شاعری مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوتی رہی۔ تاہم اپنی شاعری کے بارے میں ان کا ذاتی نقطۂ نظر مثبت نہ تھا اور اس میدان میں انھوں نے اپنی بھرپور صلاحیتوں کا مظاہرہ بھی نہ کیا، اس کے باوجود ان کی شاعری سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ سیّد شاکر القادری نے ان کی شاعری کا مجموعہ ''برقِ بے تاب'' کے نام سے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا ہے۔ اس مجموعے میں شامل کلام کا بیش تر حصّہ ڈاکٹر برقؔ کی قدرتِ کلام کا مظہر ہے۔ ان کی شاعری پر علامہ اقبال کی شاعری اور فکر کی گہری چھاپ واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر برقؔ کی ایک نظم فصلِ بہار سے دو بند ملاحظہ ہوں:

جب تلک پاؤں میں ذوقِ آبلہ پائی نہ ہو
جب تلک سینے میں داغوں سے بہار آئی نہ ہو
جب تلک سر میں جنونِ دشت پیمائی نہ ہو
جب تلک ہر رگ میں شورِ محشر آرائی نہ ہو
اے گرفتارِ طلسمِ خامشی ممکن نہیں
تجھ کو حاصل ہو وصالِ لیلیٰ محمل نشیں

تنگیِ دل کی کشائش ،وسعتِ صحرا میں ہے
تندیِ موجِ صبا میں، شورشِ دریا میں ہے
نالۂ بلبل میں، رقصِ آہوئے رعنا میں ہے
شوکتِ کہسار میں، دشتِ جنوں آسا میں ہے
اے مکینِ خانہ آ، میداں میں گرمِ کار ہو
آنے والے دورِ گیتی کے لیے تیار ہو (۲)

ڈاکٹر برقؔ مجلسی آدمی تھے۔ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا اور اس میں ہر طرح اور ہر مزاج کے لوگ شامل رہے۔ برصغیر پاک و ہند کے مشاہیر اہلِ علم اور اہلِ قلم سے ان کے دوستانہ مراسم زندگی بھر قائم رہے۔ خط لکھنے اور خطوں کے جواب دینے میں وہ بہت مستعد تھے۔ برصغیر کے نام ور اور مشاہیر شعرا، ادبا اور علما کے ساتھ ان کا سلسلۂ مراسلت زندگی بھر جاری رہا۔ڈاکٹر عبدالعزیز ساحرؔ نے مشاہیر کے نام ڈاکٹر برقؔ کے مکاتیب کا ایک مجموعہ ''ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے خطوط'' کے نام سے حواشی وتعلیقات کے ساتھ ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔افسوس کہ ڈاکٹر برقؔ کے نام مشاہیر کے خطوط ہنوز مدون نہیں ہو سکے۔محترم میاں محمد اکرم کی عنایت سے ڈاکٹر برقؔ کے نام مشاہیر کے چھے خطوط کی عکسی نقل مجھے حاصل ہوئی ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں انھی خطوط کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔

زیرِ نظر چھے خطوط میں سب سے قدیم خط خاکسار تحریک کے بانی اور سماجی مصلح علامہ عنایت اللہ خاں المشرقی کا ہے۔ یہ خط ۲۸ راگست ۱۹۳۰ء کا نگارشتہ ہے۔ڈاکٹر برقؔ نے ان کی شہرۂ آفاق تصنیف تذکرہ کی جلد اوّل کی تعریف میں یہ خط لکھا تھا۔ دوسرا خط شاعرِ رومان اختر شیرانی کا ہے۔ خط تاریخ سے عاری ہے مگر راقم کا اندازہ ہے کہ خط ۱۹۳۱ء کا ہے۔ ایک ایک خط ابوالاثر حفیظ جالندھری اور احمد ندیم قاسمی کا ہے جب کہ دو خط نام ورمزاح نگار کرنل محمد خان کے نام ہیں۔ کرنل محمد خان، برق صاحب کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ان کے خط بے تکلفی کے ذائقے سے معمور ہیں اور ان میں کرنل محمد خان کا رنگِ خاص جلوہ گر ہے۔ مشاہیر کے یہ خطوط مختصر حواشی وتعلیقات کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

[خط:۱]

علامہ عنایت اللہ المشرقی [۱۸۸۸ء تا ۱۹۶۳ء]

از پشاور ۴/ ریزیڈنسی روڈ

۲۸/ اگست ۱۹۳۰ء

مکرّم و محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

میں یہاں پر موجود نہ تھا، اس لیے آپ کا محبت سے بھرا خط ابھی ابھی ملا۔ میں اس امر کے لیے خدائے عزوجل کا کمال سپاس گزار ہوں کہ تذکرہ کے ذریعے سے قرآنِ حکیم کی عظمت پھر مسلمانوں کے دلوں میں بیٹھ رہی ہے اور جس خلوصِ دل اور حقیقت نوازی سے آپ نے اس کا اظہار اپنے خط میں کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس کے لیے آپ کو مبارک باد کہوں۔ میری ذات کے متعلق جو کچھ آپ نے کہا ہے، اس کا اہل نہیں ہوں اگرچہ خوش ہوں کہ آپ نے تذکرہ (۳) کی تعلیم کو قابلِ قدر پایا اور اس کو مسلمانوں کی نجات دنیوی اور اخروی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اس پُر آشوب زمانے میں کہ ہر طرف ہندوستان میں ہیجان برپا ہے اور دیگر ممالک بھی اس سے متأثر ہو رہے ہیں میرے نزدیک مسلمانوں کے لیے بہترین طرزِ عمل یہ ہے کہ اپنی بہبودی کے لیے یک قلم سرگرمِ عمل ہو جائیں۔ اور قومیں عمل کا نمونہ خود ان کے سامنے پیش کر رہی ہیں اور اب کوئی گنجائش نہیں رہی کہ جمود اختیار کیا جائے۔ ایسے وقت میں کتابوں کی نسبت عمل زیادہ موزوں ہے۔ کیا آپ کے نزدیک تذکرہ کی پہلی جلد کافی اور وافی نہیں یا کیا دوسری جلد کی اس لیے ضرورت ہے کہ پہلی پر عمل مکمل ہو چکا ہے؟ میرے نزدیک مسلمانوں نے ابھی اس کا پہلا صفحہ بھی نہیں پڑھا اور پہلے صفحے کے پہلے حرف پر بھی عمل نہیں کیا۔ اگر میں زندہ رہا تو بقیہ جلدوں کو مکمل کر کے چھوڑوں گا لیکن اگر زندہ نہ رہا تو میرے جیسے اور بہت آ جائیں گے جو اس کو بہ احسن وجوہ کر کے رہیں گے۔ اللہ عزوجل کے پاس کسی شے کی کمی نہیں۔ صرف وہی بے مثال ہے، میرا وجود ایسا ہے کہ میں خود اس سے شرم سار ہوں۔ یعنی عمل کا وقت ہے اور ابھی میں تیار نہیں ہوا۔

آپ کی آیت **الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم** (۴) کو جو آپ نے ''الوسیلۃ'' کی تائید میں لکھی ہے، دیکھ کر خود آپ کے بیان کی کہ میرے جیسا پیدا ہونا مشکل ہے، تکذیب ہوتی ہے۔ دیکھیے خود آپ ہی نے ایک اور آیت پیش کر دی۔ یہ آیت میں نے پیر پرستی کے خلاف تیسری مجلّد میں لکھی ہے۔

مخلص

عنایت اللہ

[خط:۲]

اختر شیرانی[۱۹۰۵ءتا۱۹۴۸ء]

برادرِ محترم!

تسلیم۔ مدت ہوئی آپ کا والہ نامہ باصرہ نواز ہوا تھا۔ بے حد افسوس اور ندامت ہے کہ پیہم علالت کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ امید ہے آپ معاف فرمائیں گے۔

ایک نیا رسالہ نکال رہا ہوں۔(۵) اس عریضے کا مقصد آپ کی توجہات کو اُس کی طرف منعطف کرانا ہے۔ فی الحال احباب کی سعی توسیعِ اشاعت کا اندازہ کرنے کی غرض سے ایک فہرست مرتب کی جا رہی ہے۔ جس میں متوقع خریداروں کے اعداد جمع کیے جا رہے ہیں۔ از راہِ کرم بہ واپسی مطلع فرمائیے کہ آپ کے نام کے ساتھ کتنے خریداروں کا وعدہ درج کیا جائے؟

میں یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ جن چار یا پانچ دوستوں کی امداد کے بھروسے پر یہ ''جوا'' کھیلا جا رہا ہے، ان میں ایک آپ بھی ہیں۔ امید ہے آپ مجھے مایوس نہ فرمائیں گے۔ جواب اور خیریتِ مزاج سے جلد مطلع فرمائیے گا۔

والسلام

مخلص

اختر شیرانی

[خط:۳]

حفیظ جالندھری، ابوالاثر[۱۹۰۰ءتا۱۹۸۲ء]

۲؍مارچ ۱۹۶۳ء

محترم، مکرّم اور پیارے برقؔ صاحب! وعلیکم السلام۔

برقؔ صاحب کا ___ یعنی آپ کا لکھا ہوا ایک خط مجھے ملا اور مجھے مخاطب بھی فردوسیِ اسلام کے نام سے کس نے کیا ہے؟ برق نے۔ اُس برق نے جس کی لپک طوفانی اندھیروں میں اپنی راہ ڈھونڈنے میں میری مدد کرتی رہی ہے ___ آپ سے مخلع بالاطبع ملنے کی اظہار بھی میں آپ کے بھائی صاحب سے کر چکا ہوں۔(۶) لیکن مشاعرے میں یا جیسا آپ نے اسے محفلِ شعر فرمایا ہے، آپ سے مجھے محض آپ سے بات کرنے کی، آپ کو اپنی بات مجھے سمجھانے کی فرصت کہاں ہو گی؟ تاہم آپ نے مخاطب کر لیا ہے شاعر کو۔ خالی خولی شاعر کو محفلِ شعر میں دعوت نہ دی جائے تو آخر اور کیا تقریب اس کے لیے پیدا کی جائے۔ یہ تقریب پیدا کرنا نیا اسلوب ہے۔

میرے پیارے برقؔ صاحب! جس بستی میں آپ ہیں، وہی تو آباد ہے۔ مجھے تو آپ ایسے اہلِ نظر نے یہی دکھایا تھا کہ جہاں دِل ہے وہاں سبھی کچھ ہے۔ جہاں دِل نہیں وہاں محض آب و گل ہے۔ خیر! یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ یاد کریں اور میں اسے عزّت افزائی نہ سمجھوں۔ غالباً اس بدلی

ہوئی یا بدلتی ہوئی دُنیا میں عزّت کو توہین کی شکل بھی اختیار کرنے کا خطرہ آپ کو لاحق ہے۔
میری جان! میں تو آپ سے ملنے اور پھر مل بیٹھنے کا ارمان رکھتا ہوں۔ آپ برقِ ہویدا ہیں میں برقِ پنہاں؛ اور میرا خیال ہے کہ خوب گزر سکتی ہے۔ لیکن ___ ہائے ___ یہ لیکن بھی آدھمکی ___ تاہم لیکن کی مجبوری ہے اور مجبوری یہ ہے کہ انھی تاریخوں میں میری ایک بیٹی کا نکاح کراچی میں ہے ___ اب فرمایئے؟

کاش! آپ اپریل کے آغاز کے ہفتوں میں بُلاتے یا بُلا سکتے۔۔۔۔۔۔۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو دوسری تجویز میری بھی سُن لیجیے کہ میں آپ کی محفلِ شعر کی بہ جائے تنِ تنہا آکر ایک پُر بہار محفل جماؤں۔ لوگ مجھے ڈوم میراثی میرے ترنم سے شعر پڑھنے کے باعث بہ طور عزّت افزائی کہہ دیتے تھے۔ اس لیے آپ کے ہاں خوب کھاؤں اور خوب ہی گاؤں ___ سات آٹھ شاعروں سے (شاید) زیادہ بہار لا سکتا ہوں؛ اگر چہ اب خزاں رسیدہ ہوں۔

باقی رہا گلڈ کا فنڈ۔ ناصاحب! برقؔ کا واسطہ درمیان ہے تو میں ساری عمر آتشِ ندامت میں جلنے کو تیار نہیں۔ اور یہ تو فرمایئے اگر میں خود بہ خود آپ سے ملنے کے لیے کیمبل پور (۷) آجاتا تو کیا آپ مجھے کرایہ پیش کرتے۔ نہیں صاحب! یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ صحیح معنوں میں توہین کے مرتکب ہوں۔ (۸)

آپ کا والہ وشیدا
حفیظؔ

جواب جالندھر سے خارج ہونے کے باوجود جالندھری ہے

[خط:۴]

احمد ندیم قاسمی [۱۹۱۶ء تا ۲۰۰۶ء]

۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء

مخدومِ گرامی! آداب وتسلیم۔

آپ سے اپنی نعت کی داد پا کر سچی مسرّت حاصل ہوئی۔ آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ میری ترقی پسندی میں سے ذاتِ کبریائی اور ذاتِ رسالت ﷺ خارج نہیں ہیں۔ میرا ایک شعر ہے:

بھیک مانگے کوئی انساں تو میں چیخ اٹھتا ہوں
بس یہ خامی ہے مرے طرزِ مسلمانی میں

صحیفہ (۹) کے لیے آپ کا بے حد دل چسپ مضمون بھی مل گیا ہے۔ (۱۰) اس بھرپور اور فوری کرم فرمائی کا صحیح شکریہ ادا کرنے کے لیے مناسب الفاظ نہیں سوجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ابھی سال

ہا سال تک تندرست رکھے۔

آپ کا نیاز مند
احمد ندیم

[خط:۵]

محمد خاں، کرنل[۱۹۱۰ء تا ۱۹۹۹ء]

یکم اپریل ۱۹۷۱ء
جناب برقؔ صاحب! السلام علیکم۔

آپ کا ۲۵/ مارچ کا خط مجھے آج ملا۔ نالائقی ڈاک والوں کی نہ تھی، میری اپنی تھی۔ نوکر کو ہدایت کر رکھی تھی کہ آنے والے خطوں کو سنبھال کر رکھا جائے۔ شاید سنبھال پر زور زیادہ زور[کذا] دے دیا تھا۔ اس نے آپ کا خط میز پر لیکن ''میز پوش کے نیچے'' رکھ دیا۔ آج میز پوش دھوبی کو جانے لگا تو آپ کا گرامی نامہ برآمد ہوا۔

آج صبح ٹی وی والے بھی آ گئے اور مجھ سے آپ کے متعلق ایک مختصر سا انٹرویو لیا۔ کم بختوں نے سوچنے کا بھی موقع نہ دیا اور خدا جانے میں نے کیا کُچھ کہہ دیا۔ بہ ہر حال خرابی کی صورت میں انھوں نے دوبارہ ریکارڈ کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔

میں ۷/ اپریل کو آپ کو سٹیشن پر سے لے آؤں گا۔ آپ دن کا کھانا میرے ساتھ ہی کھائیں اور اگر رات کے لیے رہ سکیں تو چند اور دوستوں کے ساتھ مِل بیٹھیں گے۔ اس صورت میں بہ راہِ کرم مجھے لکھیں تا کہ میں دوستوں کو اس شام کی دعوت دے سکوں۔

میرا مکان ٹیلی وژن سے بالکل قریب ہے۔ بہ ہر حال میں آپ کے ساتھ ہی تو ہوں گا۔ گھر کا پتا ۴۸۔ زاہد روڈ ہے یہ پہلے واغان روڈ کہلاتی تھی۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

خیر اندیش
محمّد خاں

[خط:۶]

راول پنڈی کلب
راول پنڈی
۲۹/ دسمبر ۱۹۷۶ء
جناب برقؔ صاحب! السلام علیکم۔

آپ راول پنڈی آتے ہیں۔ خفیہ خفیہ کوئی واردات کرتے ہیں اور پھر چوری چھپے، دبے پاؤں کھسک جاتے ہیں۔ یہ وطیرہ اچھا نہیں۔ اس شہر میں آپ کے دو شاگرد رہتے ہیں ایک کرنل (۱۱)

اور دوسرا جج (۱۲)۔ اگر آئندہ آپ نے ایسی حرکت کی تو کرنل گھات لگا کر آپ کو اغوا کرے گا اور جج یہ اغوا جائز اور قانونی قرار دے دے گا۔ پھر آپ عمر بھر ان شاگردوں کی قید میں اور ان کے رحم و کرم پر رہیں گے۔ یعنی یہ جب چاہیں گے آپ کو زنداں سے نکال کر آپ کی زیارت کر لیں گے اور پھر زنداں میں ڈال دیں گے۔ اس خوف ناک مستقبل سے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ اگلی دفعہ جس واردات کے لیے بھی پنڈی آئیں وہ کر چکنے سے پہلے یا بعد سیدھے راول پنڈی کلب، فلیٹ نمبر ا پر تشریف لائیں۔ یہاں آپ کا کرنل شاگرد رہتا ہے۔ وہ بہ صد ادب آپ کو چائے پیش کرے گا، وہ نوش فرمایئے گا اور پھر وہ آپ کو جج شاگرد کے ہاں لے جائے گا۔ جہاں آپ کو بہ صد اصرار کھانا کھلایا جائے گا اور آخر میں آپ کو بہ ہمہ عزت و آبرو، دن کی روشنی میں، کھلم کھلا رخصت کر دیا جائے گا۔

گل صاحب (۱۳) تو یہ منصوبہ بھی بنا رہے ہیں کہ کسی روز کیمبل پور جا کر چھاپا مارا جائے۔ سو خبردار رہیے کہ یہ مستقبل قریب میں بھی ہو سکتا ہے۔

ایک التجا۔ ایک نہایت ہی عزیز دوست نے جو سعودی عرب میں مقیم ہیں، آپ کی ایک کم یاب کتاب ''اقبال اور قرآن'' (۱۴) کی فرمائش کی ہے۔ مجھے تو یہ علم بھی نہ تھا کہ آپ نے اس نام کی کوئی کتاب لکھی ہے۔ بہ ہر حال یہ بتائیں کہ یہ کتاب کہاں سے یقینی طور پر مل سکے گی۔ اگر ملنا مشکل ہو تو کیا اس کا ایک نسخہ عاریتاً ہی عنایت فرما سکیں گے۔ دو مہینوں میں حج کر کے واپس آ جائے گی۔ (۱۵)

اگر جواب آج ہی عنایت فرمائیں تو اپنے حج کا ثواب نذر کروں گا کہ اسی غرض سے سعودی عرب والوں سے رشتہ جوڑ رہا ہوں۔ آپ کی صحت کیسی ہے؟ اللہ آپ کو ہمیشہ تندرست رکھے۔

والسلام

خیر اندیش

محمّد خاں

حواشی وتعلیقات:

۱۔ دو قرآن؛لاہور،شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور؛س ن؛ص ۲۱۸۔

۲۔ برقِ بے تاب،سید شاکر القادری (مرتب)؛اٹک،ن والقلم ادارۂ مطبوعات؛۲۰۰۴ء؛ص۶۳۔

۳۔ تذکرہ،علامہ مشرقی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔اس کی صرف ایک جلد ان کے حینِ حیات (۱۹۲۴ء میں) شائع ہوئی۔دوسری جلد کے ۱۲۸ صفحات کی تصحیح کر پائے تھے کہ ان کی رحلت ہوگئی۔دوسری جلد ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔علامہ مشرقی اس تذکرہ کو دس جلدوں میں مکمل کرنے کے آرزومند تھے۔ان کی وفات کے بعد تذکرہ کی مزید جلدیں بھی اشاعت آشنا ہوئیں۔

۴۔ پوری آیت یوں ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَاد'' اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُم فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَO (سورۃ الاعراف:۱۹۴)

۵۔ اختر شیرانی کا یہ خط تاریخ سے عاری ہے۔غالباً ''رومان'' کے اجرا سے پہلے یہ خط لکھا گیا ہوگا،اس لیے راقم کا اندازہ ہے کہ یہ خط ۱۹۳۱ء کا ہے۔اختر شیرانی نے رومان سے پہلے انتخاب، بہارستان اور خیالستان کے نام سے بھی رسالے جاری کیے۔

۶۔ ڈاکٹر برؔق کے برادرِ اکبر پروفیسر غلام ربانی عزیز مراد ہیں۔ پروفیسر عزیز کا شمار بھی بیسویں صدی کے معروف ادبا،ماہرینِ تعلیم اور مدونین میں ہوتا ہے۔

۷۔ اٹک کا پُرانا نام۔یہ نام سر ولسن کیمپبل کے نام پر رکھا گیا۔یہ شہر ۱۹۰۳ء میں آباد کیا گیا۔کیمپبل عرفِ عام میں کیمبل بن گیا۔

۸۔ کالج کے زیرِ اہتمام منعقدہ مشاعرے میں حفیظ جالندھری کو مدعو کرنے کے لیے یہ خط لکھا گیا تھا۔حفیظ صاحب بغیر اعزازیے کے مشاعرے میں شرکت پر رضامند تھے مگر جن دنوں اس مشاعرے کا اہتمام کیا گیا،حفیظ صاحب اپنی بیٹی کے نکاح کے سلسلے میں کراچی تھے،اس لیے وہ مشاعرے میں شریک نہ ہو سکے۔

۹۔ مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور کا تحقیقی وعلمی مجلّہ ہے۔اس کا اجرا جون ۱۹۵۷ء میں ہوا۔صحیفہ کے پہلے مدیر سیّد عابد علی عابؔد تھے،بعدازاں ڈاکٹر وحید قریشی، احمد ندیم قاسمی،شہزاد احمد،ڈاکٹر یونس جاوید، رفاقت علی شاہد،اظہر غوری اور اشرف جاوید بھی اس کی ادارت سے وابستہ رہے۔اس رسالے نے کئی خاص نمبر شائع کیے جن میں دس سالہ قومی ترقی نمبر، غالب نمبر،حالی نمبر،تاج نمبر،اقبال نمبر،ادبیاتِ فارسی نمبر،قائدِ اعظم نمبر،عابد نمبر اور آزادی نمبر شامل ہیں۔

۱۰۔ یہ دل چسپ مضمون بہ عنوان:'' فارسی ادب میں دانش، طنز ومزاح'' جنوری ۱۹۷۶ء کے شمارے میں شائع ہوا۔صحیفہ، لاہور میں ڈاکٹر برؔق کا صرف یہی مضمون اشاعت پذیر ہوا۔

۱۱۔ کرنل سے خود کرنل محمد خان مراد ہیں۔کرنل محمد خان ڈاکٹر برؔق کے شاگرد تھے۔

۱۲۔ اُن دنوں وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس گل محمد خان تھے۔جسٹس صاحب بھی ڈاکٹر غلام جیلانی برؔق کے شاگردوں میں سے تھے۔

۱۳۔ گل صاحب سے مراد جسٹس گل محمد خان ہیں۔ یہ ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے شاگرد تھے۔ جسٹس گل محمد ۱۹۲۸ء کو لال حویلی ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ لا کالج، لاہور سے ایل ایل بی اور لنکن ان، لندن سے بار ایٹ لا کی ڈگریاں حاصل کیں۔ جھنگ سے وکالت کا آغاز کیا۔ بعد ازاں لاہور چلے گئے وہاں لاہور ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے۔ وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس بھی رہے۔ ۱۵رستمبر ۱۹۹۳ء کو لندن میں انتقال ہوا اور تدفین لاہور میں ہوئی۔ Quest for Islamization: The legal way: آپ کی کتاب ہے۔

۱۴۔ ''اقبال اور قرآن'' ڈاکٹر برقؔ کی کتاب نہیں بل کہ معروف محقق، استاد اور دانش ور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاںؒ کی کتاب ہے۔

۱۵۔ ''اقبال اور قرآن'' کے بارے میں ڈاکٹر برقؔ نے اپنے جوابی خط میں کرنل محمد خان کو لکھا:

''اقبال اور قرآن کتاب میری نہیں، بلکہ کسی اور کی ہے، بہت سطحی اور غیر علمی۔''

ڈاکٹر برقؔ کی یہ رائے یقیناً اس کتاب سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اقبال اور قرآن کے موضوع پر یہ لاجواب اور مستند کتاب ہے جسے اہلِ علم اور اقبال شناسوں کے حلقے میں اعتبار حاصل ہے۔

کتابیات:

المشرقی، علامہ عنایت اللہ خاں؛ تذکرہ (جلد دوم)؛ لاہور؛ ادارۂ اشاعت للتذکرہ دفتر الاصلاح؛ طبع اوّل، ۱۹۶۴ء

شاکر القادری، سیّد (مرتب) برقِ بے تاب؛ اٹک، ن والقلم ادارۂ مطبوعات؛ ۲۰۰۴ء

شہزاد احمد ودیگر (مرتبین)؛ صحیفہ (پچاس سالہ اشاریہ)؛ لاہور مجلسِ ترقیِ ادب؛ جو؛ ائی ۲۰۰۷ء تا مارچ ۲۰۰۸ء

عبدالعزیز ساحر؛ ڈاکٹر غلام جیلانی برقؔ کے خطوط؛ لاہور؛ حسنین پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء

غلام جیلانی برق، ڈاکٹر؛ دو قرآن؛ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور؛ س ن

محمد منیر احمد سلیچ، ڈاکٹر؛ وفیاتِ نامورانِ پاکستان؛ لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۶ء